



جلد نمبر ۳۴

شمارہ نمبر ۲۵

قیمت فی کاپی
ایک روپیہ Rs 1/-
چندہ سالانہ
بارہ روپے Rs. 12/-

۵۵
نومبر دسمبر
۱۹۸۱ء

دیکھو جسے وہ غم سے پریشاں ہے آج کل

زوروں پہ اتنی گردش دوراں ہے آجکل
جس سمت دیکھو موت کا ساماں ہے آجکل

روشن جہاں چراغ محبت کے تھے وہاں
حرص و ہوس کی شمع فروزاں ہے آجکل

خالق کو بھول کر ہوا گمراہ اس قدر
زر کا پجاری حضرت انساں ہے آجکل

ایماں و دھرم کا ہے کسی کو یقین کیا
نیلام پر چڑھا ہوا ایماں ہے آجکل

اس زر پرست دور میں ہر چیز ہے گراں
انساں کا خون ہی فقط ارزاں ہے آجکل

چہرہ اداس آنکھوں میں یاس و الم کا رنگ
دیکھو جسے وہ غم سے پریشاں ہے آجکل

دل میں ڈرے گا موت سے خوشدل وہ کس طرح
غم جس کی زندگی کا نگہباں ہے آجکل





اگر آپ چاہتے ہیں کچھ

کرنا ۔ تو ماتا۔ پتا۔ گورو۔ ودوان اور اپنے سے بڑوں کی سیوا کرو۔

جاننا ۔ تو خود اپنے آپ کو اور اپنے فرائض کو جانو۔

جیتنا ۔ تو کرودھ، لوبھ، چھل، کپٹ، گھمنڈ، کام واسنا اور دیشٹ وِکاروں کو جیتو۔

تیاگنا ۔ تو بری باتوں، برائیوں اور بری سوسائٹی کا تیاگ کرو۔

بچنا ۔ تو پاکھنڈی گوروؤں اور بری سوسائٹی میں شامل دوستوں سے بچو۔

لکھنا ۔ تو ایسی باتیں لکھو جن سے نہ صرف اپنا بلکہ دیش اور قوم کا بھلا ہو۔

سوچنا ۔ تو اپنے آپکو قابل، عقلمند اور سکھی بنانیکی بات سوچو۔

دینا ۔ تو دیش اور سماج کے کلیان کیلئے اپنے تن من اور دھن کا بھرپور سہیوگ دو۔

لینا ۔ تو جہاں سے بھی ملے وہاں سے اچھی شکشا لو۔

کھانا ۔ تو شریر اور من کو شدھ بنائے رکھنے کیلئے شدھ اور اچھی چیزیں ہی کھاؤ۔

پینا ۔ تو پانی اور دودھ کے ساتھ ہی پربھو گن گان کا مدھر رس پیو۔

بولنا ۔ تو ہمیشہ میٹھے اور دوسروں کی بھلائی کے وچن ہی بولو۔

دیکھنا ۔ تو اپنی برائیوں اور دوسروں کے اوصاف ہی دیکھیں۔

سننا ۔ تو بھگوان کی گن گان کتھا، رام چرچا اور بھجن وغیرہ کو سنو۔

شانتی پراپت کرنا ۔ تو راگ۔ دویش۔ حسد۔ موہ ممتا کی باتیں کبھی نہ سوچو اور تیاگ کرو۔

آدمی

سے انسان بننے کا کٹھن عمل ہر شخص اختیار نہیں کر پاتا۔ کچھ میں ہمت کی کمی ہوتی ہے اور کچھ میں حوصلے کا فقدان اور جو کر لیتا ہے وہ انسانیت کی معراج پا لیتا ہے۔

وقت

اور زمانہ ہر چیز کو بدل دیتا ہے۔ وقت کی دیمک چپکے چپکے ہر چیز کو چاٹتے چاٹتے کھا جاتی ہے۔ ہم اور آپ کر ہی کیا سکتے ہیں؟

یہ وقت کس تیزی کے ساتھ گزرتا ہے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ صبح ہوتی ہے پھر شام اور رات کٹنے کے بعد دوسری صبح اور پھر دوسری شام۔ دن ہفتوں، مہینوں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں، یہ وقت کا تقاضہ ہے، لیکن ہم میں کتنے ہیں جو اس دنیا کی گہما گہمی میں ان باتوں کو دیکھتے ہیں۔

موت

ایک اٹل حقیقت ہے۔ زندگی کے وسیع صحرا میں انسان کا وجود ایک ذرّے کی مانند ہے جس کو موت کے تھپیڑے نہ جانے کہاں لے۔ بس اس کی یاد باقی رہ جاتی ہے۔ دنیا سے چلے جانے والوں کے درمیان جو رشتہ باقی رہتا ہے۔ کیسی کیسی عظیم ہستیاں اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئیں صرف اُن کی یاد باقی رہ گئی۔

اصول

انسان بنو! وقت کی قدر کرو

آہ

موت کو ہمیشہ یاد رکھو!

(برہم رشی)

دُنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونیوالا لفظ (میں)

ہر انسان کا سب سے زیادہ پیارا اور پسندیدہ لفظ "میں" صیغہ واحد متکلم حاضر ہے۔ اگرچہ یہ لفظ صرف تین حروف پر مشتمل ہے لیکن اس کی حکمرانی سب لوگوں پر مسلط ہے جیسے ہر موقع اور محل پر دوہرایا جاتا ہے۔ "میں تو یہ کہوں گا" کہ اس ایک فقرے نے ہر جگہ اپنی ٹانگ اڑا رکھی ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے الفاظ "میں کہیا۔ (میں نے کہا کا مخفف) بھی ہر شخص روزانہ درجنوں بار استعمال کرتا ہے۔ اگر پوری سنجیدگی سے تحقیق کی جائے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ لفظ "میں" سے زیادہ استعمال ہونیوالا دوسرا کوئی لفظ نہیں۔

میں کی مقبولیت کا راز انسان کی خود پسندی کا مظہر ہے، پڑھے لکھے عالم فاضل اشخاص تو ایک طرف سب جاہل اور ان پڑھ لوگ بھی اپنے آپ کو ایک خاص ہستی سمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے اپنے آپ کو زیادہ عقلمند اور تجربہ کار سمجھتے ہیں۔ ایک جاہل سے جاہل انسان بھی اپنے آپ کو دوسروں سے فوقیت رکھنے والا اور کامل انسان خیال کرتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسانی فطرت میں خود پسندی کا عنصر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی گروپ فوٹو میں ہر شخص کی نظر پہلے اپنے فوٹو کو ڈھونڈتی ہے۔ روزمرہ ایسے آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو حکومت کی مشینری کے چھوٹے بڑے پرزوں اور بڑے نیتاؤں پر ہر گھڑی نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں اور قومی و ملکی سیاست پر اپنی رائے کا اس طرح اظہار کرتے ہیں گویا ان سے بڑھ کر دیش میں دیگر کوئی سیاست داں نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ سیاست کا الف 'ب' پ بھی نہیں جانتے ہیں۔ "میں" کی کارستانی کے واقعات تلاش کیئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ ہر انسان کو روزانہ ایسے کئی کم فہم کوتاہ بین اور خود پسند آدمیوں سے واسطہ پڑتا ہے جو "میں" کی گردان گھنٹوں تک کرتے رہیں گے۔ یہ لوگ اپنے آپکو ایک اہم شخصیت، ماہر کامل، ہر فن مولا، چودھری صاحب تیس مار خاں اور سرخواہ مخواہ وغیرہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسے تمام اشخاص آزمائشوں پر ناکارہ ثابت ہوئے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ خود پسند لوگ اپنے مقابلے پر نہ تو دوسرے لوگوں کو کچھ اہمیت دیتے ہیں اور نہ اُن کا مناسب احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی خود پسندی کے باعث سماج سے کٹ جاتے ہیں۔ اور مذاق کا موضوع بن جاتے ہیں۔ اگر یہ خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہوکر دوسروں کی پسند اور رجحان کے مطابق ان سے باتیں کرنے اور کام لینے کا سلیقہ سیکھ لیں تو یہ ذلت اور ناکامی سے بچ سکتے ہیں۔ یاد رکھئے! نفسیاتی طور پر اگر کوئی انسان "میں" کے لفظ کو صحیح استعمال کرنے کا راز پا گر جائے تو وہ اپنے آپ کو سینکڑوں ٹھوکروں اور غلطیوں سے بچائے گا اور اپنے اِرد گرد کافی ہمدرد اور خیرخواہ لوگوں کا حلقہ بنا سکتا ہے۔

(برہم رشی)

(تین اشعار)

(۱)

نظر والوں کو بھی دشوار ہے اہل نظر ہونا
کھلی ہیں جن کی آنکھیں اُن کو میں نے سوتے دیکھا ہے۔

(۲)

خدا کی شان سمجھتے ہیں وہ خدا خود کو
نہ بندگی بھی ہوئی جن سے بندگی کی طرح۔

(۳)

اندھیری رات میں خود کو صدا دیتے گزر جاؤ
سہاروں کا بھروسا کیا سہارے ٹوٹ جاتے ہیں۔

سچا وطن پرست اور سچا سنیاس

سوامی وویکانند جی کے قلم سے

• ایک چیونٹی نمک کے پہاڑ پر رہتی تھی دوسری مصری کے پہاڑ پر رہتی تھی۔ ایک دن دونوں کی ملاقات ہوئی۔ مصری کے پہاڑ والی چیونٹی کو تازی اور خوش خرم دیکھکر نمک کے پہاڑ پر رہنے والی دُبلی پتلی اُداس چیونٹی نے پوچھا۔ بہن! تمہارا چہرہ بڑا خوش و خرم لگتا ہے۔ اور تمہارا جسم بھی بڑا طاقت ور ہے تم کو ایسا کون پدارتھ کھانے کو ملتا ہے جس کے کارن تم سدا پرسن رہتی ہو اُس نے جواب دیا کہ میں مصری کے پہاڑ پر رہتی ہوں اور من مانی مصری کھاتی ہوں اُس کے کھانے سے خوش رہتی ہوں وہ بولی مجھے بھی مصری کا پہاڑ بتادو تاکہ میں اُسے کھاکر تمہاری طرح خوش رہا کروں۔

میں نے مصری کو نہیں کھایا ہے اور میں نے اُس کا نام ہی سنا ہے آج تمہارے منہ سے مصری کی تعریف سُنکر میرے من میں بھی اُسے کھانے کی خواہش ہوئی ہے اسلئے تو جلد مجھے مصری کے پہاڑ پر لے چل اُس کی پرارتھنا پر مصری کے پہاڑ والی چیونٹی نے اُسے مصری کا پہاڑ بتادیا وہ نمک کے پہاڑ والی چیونٹی مصری کے پہاڑ پر خوب گھوم پھر کر نراش ہوکر مصری کے پہاڑ والی چیونٹی سے کہنے لگی، بہن! تو نے ہمیں بہکا ہی دیا۔ یہ تو نمک کا ہی پہاڑ ہے اس میں مٹھاس کا تو کہیں نام ہی نہیں، تب مصری کے پہاڑ پر رہنے والی چیونٹی نے اپنے من میں وچار کیا کہ کیا کارن ہے جو مصری کے پہاڑ پر گھومنے سے بھی اُسے مصری نہیں ملی پھر جب اُس کے منہ کی طرف دیکھا تو اُس کے منہ میں ایک چھوٹی سی نمک کی ڈلی پڑی ہوئی تھی اُس کو دیکھکر اُس نے سمجھ لیا کہ یہی کارن ہے جو اُسے مصری نہیں ملی۔ تب اُس نے کہا! بہن تیرے منہ میں نمک کی ڈلی پڑی ہوئی تھی اُس کو دیکھکر اُس نے سمجھ لیا کہ یہی کارن ہے جو اُسے مصری نہیں ملی۔ تب اُس نے کہا بہن! تیرے منہ میں تو نمک کی ڈلی پڑی ہوئی ہے جب تک تو اُسے نہیں نکالے گی تب تک مصری کا ذائقہ نہیں ملے گا۔ اس کے سمجھانے پر وہ نمک کی ڈلی اُس نے نکال دی تب اُسے مصری کا مزہ آنے لگا ———!

بھاؤ یہ ہے کہ پاپ پر ستھی یا سنیاسی ہو جانے پر بھی جب تک پچھلے سنسکار ساتھ رہیں گے۔ من گھر ہی میں رہے گا۔ گھر کی یاد دن کا ہی چنتن کرے گا تب تک اُسے سُکھ شانتی کا انوبھو کیسے ہوگا؟ اس کارن کچھ لوگ کہا کرتے ہیں کہ پاپ پرستھ اور سنیاسی گھر بار چھوڑتے ہیں ہی نہیں بلکہ اُن کا فکر چھوڑنے اور اُن سے ورکت ہونے میں ہی سچا سُکھ ہے۔

گھٹا میں کیوں خوشی اپنی بڑھائیں رنج کیوں اپنا

ارے من!

کیوں نا ناپر کار کی چنتاؤں میں گھُل گھُل کر اپنے انمول جیون کو ضائع کئے جارہا ہے۔ کس کی چنتا کرتا ہے۔ دھن کی جو آج تک کسی کے پاس ہمیشہ نہ رہا۔ تو فکر مند ہے اپنے لڑکے اور دیگر رشتہ داروں کے بارے میں، جو بالکل فضول ہے تو اپنی ہمت اور اپنے ذرائع کے مطابق اپنے گرہستی دھرم کا پالن کئے جا اور فضول چنتا کو دل سے نکال دے اگر تو چند دن ایکانت میں بیٹھ کر اپنی زندگی کے نشیب و فراز پر غور کرلے تو تجھے سمجھ آجائے گی کہ انسان کا کام فقط اتنا ہے کہ قدرت اُسے جہاں لے جائے اور جو کام اُس کے سپرد کرے اُسی کام کو وہاں رہتے ہوئے نہایت دیانتداری سے سر انجام دیتا رہے۔ اسی لئے اپنے حال میں مست اور خوش رہ اور ایک شاعر کا یہ مصرع گنگنایا کر۔

"گھٹا میں کیوں خوشی اپنی بڑھائیں رنج کیوں اپنا"

جو وزیر بننے کے بعد بھی سادہ طبیعت نیک نیت ہے

نوٹ:- عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب سیاسی ورکر یا لیڈر کو وزیر بنا دیا گیا اُس نے یہی کوشش کی کہ اپنے اور اپنے خاندان کیلئے زیادہ دولت جمع کرے۔ یہی نہیں وزیر بننے کے بعد وہ اپنے آپ کو بہت بلند اور برتر سمجھنے لگا اور اپنے پرانے دوستوں و ساتھیوں سے ملنے میں بھی کترانے لگا۔ لیکن اس نفسا نفسی کے دور میں اب بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو اقتدار کی کرسی حاصل ہونے پر بھی نہ تو مغرور ہو جاتے ہیں اور نہ دولت کمانے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے پرانے ساتھیوں اور گھر سے واقف کاروں سے اُسی گرمجوشی سے ملتے ہیں اور کھل کر باتیں کرتے ہیں جس طرح وزیر بننے سے پہلے بات چیت کیا کرتے تھے۔
ذیل میں دو ایسے وزیروں کا ذکر کر رہا ہوں جو اپنی خودداری، سادگی، فرض شناسی اور دیش بھگتی کیلئے سیاسی و سوشل حلقوں میں نہایت عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ قارئین "دیش سیوک" پڑھیں اور اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کہ دولت اور شہرت حاصل ہونے کے بعد اُن کے من کی حالت میں کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ (پنڈت خوشدل)

منشی گوپی ناتھ امن لکھنوی

مسوری میں مشاعرہ کا آغاز شری کیلاش چندر نے کیا تھا جو ۱۹۵۴ء - ۱۹۵۵ء میں مسوری کے ایس ڈی ایم تھے۔ بعد ازاں اُنہوں نے اپنی محنت اور قابلیت کی بدولت بہت ترقی کی وہ پارلیمینٹ امور کے سیکرٹری رہے اور ریٹائر ہونے سے پیشتر وہ ماریشس (MAURITIUS) کے ہائی کمشنر بھی رہے۔
ایک مشاعرے میں منشی گوپی ناتھ امن بھی مدعو تھے، اُن دنوں مسوری کے مشاعروں میں میں بھی شریک ہوتا تھا۔ مشاعرے کے اگلے دن جب دہرہ دون آنے کے لئے میں نے ایک ٹیکسی میں ایک سیٹ (SEAT) لے لی تو امن صاحب آپہنچے۔ کہنے لگے خوشدل صاحب آپ تو آزاد شخص ہیں۔ میں سرکاری نوکر ہوں مجھے کل ضرور دہلی پہنچنا ہے اسلئے اپنی یہ سیٹ مجھے دیدیں آپ کسی دوسری ٹیکسی میں کچھ دیر کے بعد آجائیں۔ میں نے بخوشی ٹیکسی کی سیٹ اُن کو دیدی اور ٹیکسی اُن کو لیکر چل دی۔
مجھے ایک گھنٹے کے بعد دوسری ٹیکسی میں جگہ ملی اور میں بھی شام کو دہرہ دون پہنچ گیا۔ رات کو ۹ بجے کے قریب میرے دفتر کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو امن صاحب تھے

باقی صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں

شری سرداری لال کپور

آج سے قریباً پانچ سال پیشتر میری ان سے جان پہچان ہوئی تھی۔ اُس وقت یہ ایم ایل اے بھی نہیں تھے لیکن میں نے دیکھا کہ جن لوگوں سے یہ ملے اُن سب نے ان سے بڑی شردھا اور عزت سے بات چیت کی۔ ان سے کچھ دیر تبادلہ خیالات کرنے کے بعد میرے دل پر ان کی سادگی، خلوص دلی اور دیش بھگتی کا گہرا اثر پڑ گیا۔
میری ان سے دوسری ملاقات قریباً ڈیڑھ سال پیشتر لدھیانہ ہی میں ہوئی۔ یہ وقت وہ تھا جب دیش بھر میں عام چناؤ کے لئے تمام سیاسی پارٹیاں اپنے اپنے امیدواروں کا انتخاب کر رہی تھیں۔ میرے سامنے لدھیانہ کے پانچ سات پرانے کانگریسی ورکروں نے ان سے پرارتھنا کی کہ وہ ایک بار دہلی جاکر کانگریسی لیڈروں سے ضرور مل آئیں لیکن کپور صاحب نے جواب دیا کہ تمام بڑے کانگریسی لیڈر مجھ سے اور میرے کام سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ جو خدمت مجھ سے لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ میں نے جیون بھر لوگوں کی سیوا کرنی ہے چاہے کسی شکل میں کرنی پڑے۔ اُن کا یہ جواب سنکر میں نے اپنے دل ہی دل میں انکی خودداری اور اقتدار کی کرسی سے بے نیازی کی تعریف کی۔ چنانچہ میرے دل میں ان کا جو

بقایا صفحہ ۶ پر ملاحظہ کریں

کھڑے پایا۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بول اُٹھے۔ خوشدل صاحب آپ نے تو مہربانی کر دی تھی لیکن راستے میں اُس ٹیکسی کا ایک پہیہ پنکچر ہو گیا اور میں دہلی جانے والی گاڑی نہ پکڑ سکا۔ چنانچہ آج رات آپ کے ہاں قیام کروں گا۔

میں نے کہا امن صاحب آپ آجکل "تیج" کے ایڈیٹر ہی نہیں بلکہ بھارت کی راجدھانی دہلی کے وزیر ہیں۔ آپ اگر ریلوے اسٹیشن سے یہاں سے کلکٹر کو فون کر دیتے تو وہ آپ کو لینے کے لئے پہنچ جاتا۔ اور پھر آپ کو یہاں کے سرکٹ ہاؤس میں ٹھہراتا۔ جہاں پنڈت نہرو ٹھہرا کرتے ہیں۔ وہاں آپکی خاطر تواضع بھی خوب ہوتی اور آپ بہت آرام سے رہتے۔ میری جھونپڑی میں آپ کو ایسا آرام کہاں مل سکے گا۔

امن صاحب بڑی سنجیدگی سے بولے۔ خوشدل صاحب یہ وزیری کتنے دن کی۔ ہماری آپکی دوستی تو زندگی بھر رہے گی۔ اس کے علاوہ وہاں نمائشی استقبال اور فضول تکلفات سے کام لیا جاتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ نمائشی کاموں سے میں سخت نفرت کرتا ہوں۔ مجھے آپ کے پاس رہ کر اور آپ سے بات چیت کر کے جو خوشی حاصل ہو گی۔ وہ سرکٹ ہاؤس میں نہیں مل سکتی۔

چنانچہ امن صاحب اُس رات میرے غریب خانہ پر رہے اور ہم دونوں کافی دیر تک ملکی حالات پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اُس دن کے بعد میرے اور اُن کے تعلقات بہت گہرے ہو گئے۔ اور میں آجتک جب کبھی دہلی جاتا ہوں اُن سے ملے بغیر واپس نہیں آتا اور وہ بھی مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی مانند سمجھتے ہیں۔

احترام تھا اُس میں کافی اضافہ ہو گیا۔

جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ شری ہزاری لال کپور پنجاب کے ہیلتھ منسٹر بنائے گئے تو میرے دوستوں نے خاص طور پر اُن کے پرانے جاننے والوں نے مجھ پر زور دیا کہ میں انکو مبارکباد کا خط یا تار ضرور بھیجوں۔ میں نے اُن کو کہا کہ جب میں نے آج تک ایسا نہیں کیا تو اب کیسے کر سکتا ہوں۔ سورگباشی شری جواہر لال نہرو میرے مہربان دوست اور میری شاعری کے مداح تھے۔ اُن کے وزیر بننے پر کبھی میں نے اُن کو کوئی خط مبارکبادی کا نہ لکھا گیا نہ دیا۔ مگر جب بھارت سرکار کے ہوم منسٹر بنائے گئے تب بھی ان کو کوئی تار یا خط نہ بھیجا حالانکہ انہوں نے پنجاب میں اپنی چیف منسٹری کے دوران پنجاب سرکار کی طرف سے مجھ کو پانچ سو روپے بھیجے تھے اور جب وہ منسوری آئے تو پانچسو روپے اپنی جیب سے بھی دے گئے۔ میں نہ تو اپنا کوئی اصول توڑ سکتا ہوں اور نہ اپنے اصولوں کے خلاف کسی سے کوئی سمجھوتہ کر سکتا ہوں۔ خیر!

ایک ضروری کام سے مجھے چنڈی گڑھ جانا پڑ گیا میں نے کپور صاحب کو خط لکھکر دریافت کیا کہ آپ کو کب اور کس وقت ملا جا سکتا ہے۔ اُن کا جواب آیا کہ کسی بھی کام والے دن (بدھوار کے سوائے) آپ مجھ کو مل سکتے ہیں چنانچہ میں 18 اکتوبر کو اُن سے جا کر ملا۔ وہ پہلے جیسی گرمجوشی سے ملے اور ایک گھنٹے سے زائد عرصہ تک مجھ سے بات چیت کرتے رہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب بھی اُن کے پاس بیٹھے تھے کیونکہ اُن کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ وزیر بننے کے بعد بھی اُن کی سادگی اور خوش خلقی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

میں دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے دیش کو آج ایسے ہی سیاسی لیڈروں اور وزیروں کی ضرورت ہے، جو بیشک کم تعلیمیافتہ ہوں۔ لیکن اول درجہ کے محنتی دیانتدار، فرض شناس اور دیش بھگت ہوں۔ تبھی ہمارے دیش کی حالت میں کچھ سدھار ہو سکتا ہے۔ ورنہ نتیجہ معلوم ———!

پنڈت خوشدل

بھلے لوگ

جو لوگ قناعت کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور جو دات دن خدمت خلق میں معروف رہتے ہیں نیز جن لوگوں نے خود غرضی کو بالائے طاق رکھکر اپنی خواہشات پر قابو پا لیا ہے وہی بھلے لوگ اپنے دیش کو مصائب کے پھندوں سے نجات دلا سکتے ہیں

بھارت میں معزز پیشے وکالت ڈاکٹری اخباً نویسی

جو آجکل عوام کی پریشانی کا باعث بن رہے ہیں

کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا وکیل ایک پوپ ہوا تھا جس نے ایک بے گناہ ملزم کو بچانے کے لئے وکالت کا کام شروع کیا ہندوستان میں وکیلوں کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ انگریزی عہد حکومت میں آئی سی ایس افسران اور دیگر جج صاحبان ہندوستانی بولنے و سمجھنے سے قاصر تھے وہ ملزم اور جج کے درمیان ایک قسم کے انٹرپریٹر INTERPRETER تھے اور برطانوی نوکرشاہی کے شکار بے گناہ لوگوں کی قانونی امداد بھی لیکر کیا کرتے تھے۔ انگریزی عدالتوں نے وکیلوں کی تخلیق بھارت واسیوں کے فائدے سے زیادہ اپنے فائدے کو مدنظر رکھکر کی تھی۔

یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ وکلا صاحبان نے اپنی قانونی قابلیت سے جہاں لاکھوں بے گناہوں کو سزا سے بچایا وہاں ہزاروں گنہگار مجرموں کو بھی قانون کے ڈنڈے کی زد سے محفوظ رکھا ایسا کرنا کہاں تک درست ہے۔ یہ قانون دان حضرات ہی جانیں۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ گذشتہ تیس چالیس سالوں میں اس معزز پیشے میں کچھ ایسے اشخاص بھی شامل ہو چکے ہیں جن کی شعبدہ بازی کے باعث غریب اور سادہ لوح عوام کو اس پیشے سے نفرت سی ہو گئی ہے لوگوں میں اب یہ خیال یقین کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ وکیلوں کی عدم موجودگی میں بہت سے جھگڑوں کا فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے اور معمولی مقدموں کو پیچیدہ اور لمبا بنانے سے روکا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹری کا پیشہ بھی مقدس اور فائدہ مند ہے زمانہ کے ابتدائی دور میں ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ حکیم یا طبیب کو سوسائٹی میں قابل فخر اور لائق احترام اکرام سمجھا جاتا تھا انگریزی عہد حکومت سے پہلے دور تک وہی لوگ اس ذمہ دار پیشے کو اختیار کرتے تھے جن کے دلوں میں پرماتما کا خوف۔ دُکھیوں کی ہمدردی اور اپنے دیش واسیوں کی خدمت کا جذبہ ہوتا تھا لیکن زمانہ کی رفتار کے ساتھ اس پیشے میں بھی لالچی اور غیر ذمہ دار لوگ شامل ہو گئے جن کی وجہ سے یہ پیشہ بدنام ہو رہا ہے محض چند روپے کے لالچ میں بیمار کی بیماری کو لمبا کرنا اور معمولی تکلیف کو ایک خوفناک مرض ظاہر کرنا اکثر ڈاکٹروں اور حکیموں کا پیشہ بن گیا ہے۔

جرنلزم کو حکومت کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے اس پیشے کو اختیار کرنے والوں کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی دھڑے بندی سے الگ رہ کر لوگوں کی صحیح رہنمائی کریں خود عالم باعمل بنکر اپنے غریب اور سادہ لوح ہم وطنوں کی حمایت کریں جہالت غربت اور سماجی برائیوں کو دور کرنے کیلئے ٹھوس تجاویز حکومت اور عوام کے سامنے رکھیں اپنے دیش واسیوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کریں اور ظلم و ناانصافی کے خلاف اپنی آواز بلند کریں حکومت کو اس کی خامیوں سے آگاہ کریں اور ملک میں امن و آشتی اور خوشحالی کا دور لانے کیلئے اپنی کوششیں صرف کریں لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس پیشے میں بھی کئی ایک ایسے بے اصول موقع پرست خود غرض اور بد اخلاق لوگ آگھسے ہیں جنہوں نے جرنلزم کے چہرہ پر سیاہی تھوپ کر اس معزز اور ذمہ دار پیشے کو بھی مذاق کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ سرمایہ داروں اور افسروں کی بیجا خوشامد کرنا اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا مبالغہ آرائی نیز ذاتی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے اصلیت پر پردہ ڈالنا بیشتر جرنلسٹوں کا ایمان بن چکا ہے چنانچہ اس پیشہ کا وقار کافی گر چکا ہے اور لوگوں کو جرنلزم سے فائدہ کی بجائے نقصان پہنچ رہا ہے

ہم بھارت سرکار سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ وکالت، ڈاکٹری اور جرنلزم کو بد اخلاق بے ایمان بے اصول اور لالچی لوگوں کے ہاتھوں سے بچانے کیلئے کوئی ٹھوس قدم اُٹھائے ہمارا یہ وشواس ہے کہ اگر ان تینوں پیشوں میں سے گندگی کو نکال دیا جائے تو لازمی طور پر بھارت میں بہت سی قباحتوں کا خود بخود خاتمہ ہو جائیگا اور لوگوں میں فرض شناسی حق پرستی محنت کشی اور سیاسی و قومی بیداری کے جذبات پیدا ہو جائیں گے اور غریب عوام کی پریشانیوں میں بہت حد تک کمی ہو جائیگی۔

(پنڈت خوشدل)

تعلیم

ع

تمیزِ نیک و بد انسان کو تعلیم دیتی ہے
بشر کو یہ شعورِ عمل اور تنظیم دیتی ہے
یہ وہ دولت ہے جس کو چور چوری کر نہیں سکتے
کہ اسکو لوٹ کر ڈاکو خزانہ بھر نہیں سکتے
یہ وہ دولت ہے جتنا خرچ کیجئے اور بڑھتی ہے
یہ وہ زینہ ہے جس سے عقل افلاکوں پہ چڑھتی ہے
حقیقت میں یہی انسان کو انساں بناتی ہے
یہی اپنے فرائض کا ہمیں رستہ دکھاتی ہے
جہالت اور نفرت کا اندھیرا دور کرتی ہے
دماغوں میں دلوں میں دائمی اک نور بھرتی ہے
سکھاتی ہے ہمیں انداز جینے اور مرنے کا
دکھاتی راہ ہے دنیا کو پستی سے ابھرنے کا
ضرورت یہ ہے اب تعلیم اتنی عام ہو جائے
کہ اسکے فیض کا سب کو میسر جام ہو جائے

ست گورو نانک دیو جی مہاراج



۱

کون کہتا ہے کہ اک انسان تھے نانک گورو
شکل میں انسان کی بھگوان تھے نانک گورو
اُن کے اُپدیشوں سے پھیلی نورِ حق کی روشنی
معرفت کا آخری اعلان تھے نانک گورو

۲

گورو نانک نے جو تعلیم دی تھی ابنِ آدم کو
اُسی تعلیم پر ایمان لانے کی ضرورت ہے
فضائیں گونجتی ہیں اب بھی جس مرشد کے نغموں سے
اُسی مرشد کے آگے سر جھکانے کی ضرورت ہے

۳

ہند والو! پھر اُٹھو کر گورو کے نام کو
لرزہ بر اندام کر دو گردشِ ایام کو
زر پرستی، خود نمائی، عیش و عشرت چھوڑ کر
معرفت کی مے سے بھر دو زندگی کے جام کو

پنڈت خوشدل

حقیقت کے شعلے

قدرت کا ایک اٹل قانون ہے کہ بناوٹ زیادہ دیر نہیں چلتی۔ جو لوگ ظاہر میں تو بہت پارسا۔ اصول پرست اور ایمان دار بنتے ہیں۔ لیکن اُن کے دل و دماغ میں باطل پرستی بے ایمانی اور مکاری بھری رہتی ہے۔ وہ ایک نہ ایک دن لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ اور اپنی کرنیوں کا پھل ضرور بھگتتے ہیں۔

آجکل اکثر دیکھنے میں آرہا ہے کہ ابن الوقت جھوٹے اور تکڑم باز آدمی تو دنیاوی راحتوں کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ اور سماج کے چودھری بنے بیٹھے ہیں۔ لیکن غریب۔ شریف اور حق پرست انسان فاقہ کشی اور بیماری کے شکار بن رہے ہیں۔ اور قدم قدم پر پریشانی و بے بسی کا منہ دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ہمیں کسی بدمعاش چالاک اور فریب و مکر کے پتلے کی عارضی کامیابی دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ قدرت اُسے اس کے بد اعمالوں کی سزا نہ دے گی۔ جو شخص اپنے فائدے اور مطلب کے لیئے دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ انجام کار خود نقصان اُٹھاتا ہے۔ اور بُری طرح ذلیل اور رسوا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ زیادتی۔ ناانصافی یا ظلم کرے اور ہم اُسے معاف بھی کر دیں۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ قدرت بھی اُسے معاف کر دے گی۔ اور اس کے بُرے کاموں کی سزا نہ دیگی۔ قدرت کے انصاف میں دیر ضرور ہے۔ لیکن اندھیر نہیں۔ اس لیئے ہمیں کوئی بھی بُرا کام کرنے سے پیشتر اس کے انجام پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اور یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ برائی اور بدی کا انجام کسی صورت میں بھی راحت اور خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حقیقت تو پردے پھاڑ کر بھی باہر آجاتی ہے۔ اور اُسکو زیادہ عرصے کے لیئے چھپایا نہیں جا سکتا۔ سہ

خس و خارِ باطل کریں لاکھ کوشش
چھپیں گے نہ ہرگز حقیقت کے شعلے

(پنڈت خوشدل)

ایران میں کمسن بچوں کا قتل

یقین نہیں آتا کہ اس دنیا میں کوئی ایسی حکومت بھی ہو سکتی ہے جو کمسن سکولی بچوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا میں ایک ایسی حکومت موجود ہے اور وہ حکومت ہے ایران کی خمینی سرکار۔

خبر رساں ایجنسی رائٹر نے اطلاع دی ہے کہ طہران کے ایک حالیہ مظاہرہ میں ایک سو اسکول کے بچے زخمی ہو گئے تھے۔ انھیں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا۔ انھیں ہسپتال سے اٹھا کر گزشتہ ہفتہ جیل لے جایا گیا جہاں انھیں قطار میں کھڑے کر کے گولی مار دی گئی۔

مجاہدین خلق پارٹی نے انکشاف کیا ہے۔ کہ بچوں کی لاشوں کو اسلامی رسوم کی ادائیگی کے بغیر کافروں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

مظاہرہ میں حصہ لینے کے جرم کی پاداش میں انھیں اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ اس سے قبل ریڈیو طہران نے اعلان کیا تھا کہ گورنمنٹ کے ۲۸ مخالفوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے ۲۷ کو طہران میں گولی ماری گئی۔ اور باقی کو دوسرے مقامات پر۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ابوالحسن بنی صدر کے ایران سے فرار ہونے کے بعد ۱۷ سو اشخاص گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

اسکول کے بچوں کے سفاکانہ قتل کی مثال تاریخ میں ڈھونڈنے کے باوجود مشکل سے ہی ملے گی۔ سکولی بچوں کو جو بالغ نظر نہیں ہوتے اس طرح گولیوں کا نشانہ بنا دینا تہذیب اور ترقی کے موجودہ دور میں ایک نہایت ہی روح فرسا واقعہ ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ خمینی کے مظالم ہلاکو اور چنگیز کے مظالم سے بھی بڑھ گئے ہیں تو یہ بات غلط نہیں ہوگی۔ ہلاکو کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک روز اپنے پوتے کو گود میں بٹھا کر کھیل رہا تھا کہ اس نے اُس کی داڑھی میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس پر ہلاکو اتنا غضبناک ہوا کہ اس نے بچہ کو موت کی سزا دے ڈالی لیکن بعد میں اپنے درباریوں کی مداخلت پر اس کی جان بخشی کر دی۔

کہنا پڑتا ہے کہ خمینی ہلاکو سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اس نے ان معصوم کمسن بچوں اس بنا پر موت کے گھاٹ اتار دیا کہ انھوں نے ان کی گورنمنٹ کے خلاف مظاہرہ میں حصہ لیا تھا۔

تین اشعار

(۱)

جن جھروکوں سے تمنا تھی کہ گل برسیں گے
اُن سے بر سے تو چمکتے ہوئے پتھر برسے

(۲)

پُرانی اور نئی تہذیب میں بس فرق اتنا ہے
اُسے کشتی نہیں ملتی اِسے ساحل نہیں ملتا

(۳)

ہماری بے بسی کے تذکرے سُن سُن کے گلشن میں
لہو روئیں گے جب اہلِ گلستاں ہم نہیں ہوں گے

ہاتھ کی صفائی اور ہیرا پھیری کا کمال

نوٹ:۔ شری نرنجن ماتھر ایک جادوگر ہیں، جو قریباً تمام ایسے حیرت انگیز کام کرتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو بھگوان کہنے والا ستیہ سائیں بابا کرتا ہے۔ لیکن نرنجن ماتھر نے کبھی یوگی یا بھگوان ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ (ایڈیٹر)

اس نے اپنی کھلی ہتھیلی ہوا میں گھمائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ہاتھ میں گلاب کا پھول آ گیا۔ اس پھول کو اس نے تماشائیوں کی طرف اچھال دیا۔ اور یہ تھا اصلی خوشبودار گلاب کا پھول۔ اس نے اپنی کھلی ہتھیلی پھر ہوا میں گھما دی۔ اس بار ہاتھ میں لڈو آ گیا۔ اس لڈو کا تھوڑا سا حصہ ایک تماشائی نے کھایا۔ اور پھر باقی کو تمام لوگوں میں بانٹ دیا۔ اس طرح اس نے ہتھیلی کو ہوا میں بار بار گھما کر پھل۔ دوپٹے۔ انگوٹھی۔ گھڑی کی چین۔ اور سگریٹ وغیرہ بھی قسم کی اور چیزیں ہوا سے پیدا کر دیں۔

آپ کو پوتر راکھ چاہیئے؟ لیجئے اس نے اپنی انگلیاں ہوا میں ہلائیں اور بھبھوت (راکھ) تماشائیوں کے سامنے گرنے لگی۔ آپ کو مورتی چاہیئے کسی دیوی دیوتا کی۔ اسی وقت دیوی دیوتاؤں کی مورتی سب کے سامنے آ جاتی ہے میرا خیال ہے آپ کو مورتیوں میں دلچسپی نہیں ہے تب مورتیاں آپ کے کس کام کی۔ لو مورتی غائب۔ دیکھتے ہی دیکھتے پتھر سامنے آنے لگے۔ پھر ایک چھوٹی سی مورتی آئی جو مٹھی ہی میں آ گئی۔ شنکر بھگوان کی ایک بالشت کی مورتی اور شنکھ کی بالشت بھر کا۔ یہ سب ہوا سے ہی پیدا ہوئے تھے۔

جی نہیں یہ بابا کوئی چمتکاری بابا نہیں ہے بلکہ ڈیڈ ڈنکے کی چوٹ لگا کر کہتا ہے کہ سارے تماشے محض ہاتھوں کی کرامات ہیں۔ اور ہیرا پھیری کے کمال۔ اس نوجوان کا نام ہے "نرنجن ماتھر" ہاتھ کی صفائی کے مقابلہ میں جس کا کوئی ثانی نہیں! اس کے کچھ دوسرے کمالات بھی دیکھئے۔

اس نے ایک تماشائی کی انگوٹھی لی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہوا میں اچھال دی اور یہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہی غائب ہو گئی۔ اب اس نے ایک تماشائی سے ایک سو روپے کا نوٹ لیا۔ دیکھئے اب دو بن گئے۔ اب دو کے چار بن گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں پر سو سو روپے کے نوٹوں کی ڈھیری لگ گئی۔ اس کے بعد ایک سفید کاغذ پھاڑ کر چھوڑ دیا۔ پھر ایک ایک روپے کے کورنسی نوٹوں کی ڈھیری لگ گئی۔ تماشائیوں نے تالیاں بجائیں۔ پھر ایک رومال سے اس کے ہزاروں رومال بنا دیئے۔ اور رومالوں کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس جادوگر نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ اور ایک روپے کا سکہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ پھر اس نے مٹھی بند کی۔ اور جب کھولی تو ۵۰ پیسے کا سکہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ پھر یہ پچاس پیسے کا سکہ پچیس پیسے میں بدل گیا۔ اور پھر دس پانچ اور اب ایک پیسے کا سکہ بن گیا۔ اس کے بعد یہ پیسہ بھی پتھر

میں بدل گیا۔ اب بیچارے روپے کی قیمت ایک پیسے کے برابر ہوگئی۔ مگر یہ تو تماشا کس بات کی۔ یہ تو دنیا کی ادلا بدلی چلی آرہی ہے۔ دیکھئے اب ذرا سی دیر میں کنکر سے سکے اور پیسوں سے نوٹ پھر نوٹوں کو بدل کر پھر پیسے اور روپے میں اب تو پیسوں کی جھنکار سنائی دینے لگی ہے۔

اب آپ کسی سوگندھ خوشبو کا نام لیجئے کچھ دیر میں وہاں سوگندھ ہی سوگندھ کی مہک ہو جاتی ہے کیسے کیسے کمال۔ لیکن ان کو کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں مانتا۔ یہ تو ایک قسم کا کرتب ہے۔ ایک جادوگر کے ہاتھ کی صفائی۔

اگر کوئی بازی گر کبھی سادھو بنکر اپنے ہاتھ سے بھبھوت، یا پھل یا انگوٹھی جیسی چیزیں نکالدے تو لوگ اس کو کبھی سدھی پراپت کیا ہوا دیوتا کہنے لگیں گے۔ لیکن جادوگر کے کرتب چاہے اس سے بھی کئی گنا بہتر کیوں نہ ہوں پھر بھی لوگ اسے جادوگر ہی کہیں گے۔ فرق صرف چوغے کا ہے۔ سادھو بابا کے کرتب ربی طاقت سے حاصل کئے ہوتے ہیں۔ اور ان کے چیلے ان پر پورا اعتبار کئے ہوتے ہیں۔ کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں۔ مداری سچ کہتا ہے کہ میرا کام ہاتھ کی صفائی کا ہے۔ تماشائی اس کی چالاکیوں کو پکڑنے کی طرف کوشش پوری طرح سے کرتے ہیں لیکن پھر بھی ناکامیاب رہتے ہیں۔

(بشکریہ دھرم یگ)

ایک شعر

فرقے ہزار سب کا اک اپنا الگ خدا
دنیا دکھی ہے اتنے خداؤں کے باوجود

ایک ڈاکو کی حویلی مغلیہ دربار ہے

گر گیا ہے کس قدر اخلاق اب انسان کا!   بک رہا ہے کوڑیوں کے مول مال ایمان کا
مٹ گیا ہے یک قلم ہر دل سے ڈر بھگوان کا   ہر جگہ ہر دل میں سکہ جم گیا شیطان کا

جو کبھی دربان تھے، خاقان بن بیٹھے ہیں وہ
بھیک پر پلتے جو، سلطان بن بیٹھے ہیں وہ

مٹ گیا قانون اعزاز خلافت مٹ گیا   مٹ گیا خوف خدا رعب شرافت مٹ گیا
جھوٹ کی بارش سے ایوان صداقت مٹ گیا   مٹ گیا انصاف واحساس مروت مٹ گیا

ہر کوئی حاکم بنا ہے، ہر کوئی سرکار ہے
ایک ڈاکو کی حویلی مغلیہ دربار ہے

راہزن وقزاق و غاصب رہبری کرنے لگے   جو کرپشن میں تھے بدوہ لیڈری کرنے لگے!
جیب کترے بھیک منگے قیصری کرنے لگے   کیا ستم ہے آسماں کی ہمسری کرنے لگے!

زیر دستوں کا زمانے میں گزارہ ہو چکا!
ہو چکا ان بے سہاروں کا سہارا، ہو چکا

ہائے یہ عالم ریاکاری شرافت بن گئی   حیلہ سازی، چور بازاری سیاست بن گئی
رہزنی، عصمت دری، ٹھگی کرامت بن گئی   انتہا یہ ہے کہ رشوت بھی تجارت بن گئی

حاکموں میں فرض کا احساس تک باقی نہیں!
تشنہ لب ہیں سینکڑوں لیکن کوئی ساقی نہیں

ایک شعر!

اس نظم گلستاں میں محفوظ وہی گل ہے
جس گل کی رسائی ہو، گلشن کے نگہباں تک

دانا — اور — نادان

ہر حال میں نیک و بد کی پہچان رہے
انسان بڑا بن کے بھی انسان رہے
دانا سے ہی یہ اُمید ہو سکتی ہے
نادان کو اُلٹو بھی تو نادان رہے

حضرت جوشؔ ملسیانی

عورت اور دولت

عورت اور دولت بدلتے ہیں کیا اس ادا سے
آدمی تو کیا فرشتوں کو خبر ہوتی نہیں
حُسن میں خوئے وفا۔ دولت میں تسکین تمام
آدمی محسوس کرتا ہے مگر ہوتی نہیں

احسان بن دانش

گردن — اور — چھری

بک رہی ہیں عصمتیں تہذیب نو کے نام پر
خاک میں ملنے لگی ہے آبرو اجداد کی
گردشِ دوراں کہوں یا انقلاباتِ زماں
بے زبانوں کی ہے گردن اور چھری جلاد کی

(تبسم علی پوری)

فقیر — اور — بادشاہ

پلید دل کا کبھی پارسا نہیں ہوتا
بھلا جو خود نہ ہو اُس سے بھلا نہیں ہوتا
یقین دل سے فقط اک جگہ ہی جھک جاؤ
ہر اک مقام پہ سجدہ روا نہیں ہوتا
خدا کو ماننے والا ہر اک کا شہنشاہ
فقیر ہوتا ہے۔ اک بادشاہ نہیں ہوتا
خدا کے بندے کی پہچان ہے یہی خوشدل
غموں میں رہ کے بھی وہ غم زدہ نہیں ہوتا

بندہ حُسّت خوشدل

بشر ہے سر بسر تنہا

ازجناب الفت ایمن آبادی

عدم سے معرضِ ہستی میں آیا ہے بشر تنہا
یہاں سے کوچ کا بھی ایک دن ہوگا سفر تنہا
وہ اپنے نیک و بد اعمال کا پائے ثمر تنہا
اسی دُنیا کا واسی ہے مگر ہے کس قدر تنہا
مرے تو اس سے آنکھیں پھیر جاتے ہیں جہاں والے
کبھی مرگھٹ کی مٹی میں یہ مٹی پھینک کر تنہا
سوائے دھرم کے ایمان کے کوئی نہیں ساتھی
بشر ہے سر بسر تنہا۔ بشر ہے سر بسر تنہا

وراٹ ہندو سمیلن میں چھوت چھات کو ختم کرنے کا عہد ۔

نئی دہلی: ہندو وراٹ سبھا کے زیرِ اہتمام بوٹ کلب کے نزدیک منعقدہ ایک وراٹ ریلی میں اس بات پر زور دیا گیا کہ چھوت چھات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جانا چاہیئے ۔ اور نام نہاد ہریجنوں اور سماج کے دیگر کمزور طبقوں کو سماج میں مناسب مقام دیا جانا چاہیئے ۔ اس ریلی سے خطاب کرنے والوں میں اس سنستھا کے صدر ڈاکٹر کرن سنگھ بھی شامل تھے ۔ مقررین نے الزام لگایا کہ مفاد خصوصی نے ذات اور طبقہ کو ذاتی مفاد کی خاطر ایک ادارہ کی شکل دے دی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ چھوت چھات پوری انسانیت پر ایک بدنما داغ ہے اور لوگوں سے اپیل کی کہ وہ ان برائیوں کو دور کریں اور ہندو مذہب کے پیغام ہمدردی مفاہمت و بھائی چارہ کو ہر طرف پھیلائیں ۔

کانگریس (آئی) سیوا دل ٹریننگ کیمپ

شہنشاہی آشرم راجپور میں اندرا کانگریس سیوا دل کا پانچ روزہ کیمپ لگایا گیا جس میں کافی مرد اور عورتوں نے حصہ لیا ۔ کیمپ کے خاتمہ پر سویتا بہن کی زیرِ صدارت ایک میٹنگ ہوئی ۔ جس میں شری بشمبھر ناتھ پانڈے پردھان یو ۔ پی کانگریس شری دوارکا ناتھ دھون ایم ۔ ایل ۔ اے سوامی گوبندا نند ادھیکش شہنشاہی آشرم نے کیمپ میں شرکت والوں کو نشکام سیوا کے راستے پر چلنے کی تلقین کی ۔ پنڈت خوشدل نے بھی دیش بھگتی پر نظمیں سنائیں ۔ آخر میں بہن سویتا نے بہت

آریہ سماج دہرہ دون کا سالانہ جلسہ

ہر سال کی مانند امسال بھی دہرہ دون کی آریہ سماج کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام اور جوش و خروش سے منایا گیا ۔ آریہ سماج کا بہت مشہور لیڈر مثلاً مہاتما رام گوپال وان پرستی ۔ شری اوم پرکاش تیاگی ۔ آچاریہ پرتھوی سنگھ آزاد ۔ پروفیسر کیلاش ناتھ سنگھ کے موثر و مدلل بھاشن ہوئے ۔ خالستان ۔ چھوا چھوت اور ہریجنوں کے متعلق پرستاؤ بھی پاس کئے گئے ۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر سوم ناتھ ڈھینگرہ پردھان آریہ سماج دہرہ دون کے مکان پر ایک پتر کار کانفرنس بھی ہوئی جس میں آریہ سماجی لیڈروں نے آریہ سماج کے ذریعہ کئے جا رہے مفید کاموں پر روشنی ڈالی ۔

جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا جس کے لیئے سبھا کے پردھان منتری شری دلودت بالی ۔ شری لیشپال اور انکے دیگر کاریہ کرتا مبارکباد اور شاباشی کے مستحق ہیں ۔ ضرورت ہے کہ آریہ سماجی اور سناتن دھرم ایک پلیٹ فارم پر اکھٹے ہو کر ہندو قوم کی ترقی اور بہتری کے لئے مل جل کر کام کریں ۔

پر ذکر اور با موقع بھاشن دیا اور یہ اعلان کیا کہ آئندہ پارٹی چناؤ میں صرف سیوا دل کے ممبران ہی کو عہدے داروں کا چناؤ کرنے کی اجازت ہوگی ۔ شری ہری کشن لال اور نندا جی و دیگر کانگریسی ورکروں نے خوب محنت اور پوری لگن سے کام لیا جس سے کیمپ کا سب کاریہ کرم خوش اسلوبی سے سرانجام پایا ۔

اُترانچل پتر کار پریشد کی وچار گوشٹھی

شری جے رام آشرم بھیم گوڑا ۔ ہردوار میں اُترانچل پریشد کی طرف سے ایک وچار گوشٹھی کا بندوبست کیا گیا جس میں چار پانچ درجن پتر کاروں نے حصہ لیا گوشٹھی کی صدارت شری بی پی دیش بھگت نے کی ۔ پتر کاروں کا سواگت مندرجہ ذیل سجنوں نے کیا ۔

(۱) مہنت گھنشیام گری سابق ایم ایل اے (۲) برہمچاری دیویندر سروپ ادھیکش جے رام آشرم (۳) شری پارس کمار جین سابق چیرمین میونسپل بورڈ (۴) ڈاکٹر پرتھوی سنگھ وکست پردھان آچاریہ نیشنل انٹر کالج ۔ دھنوری (سہارنپور) (۵) شری راجکمار شرما سابق ایم ۔ ایل ۔ اے ۔

پیچھے اور بیباک اخبار نویسوں پر جو آجکل حملے ہو رہے ہیں اور پیلی صحافت کا بول بالا ہو رہا ہے ۔ نیز جرنلزم پر بھی سرمایہ دار اپنی گرفت مضبوط کرتے جا رہے ہیں ۔ ان باتوں کے علاوہ اخبار نویسوں کو پیش آنے والی مشکلات اور پریشانیوں پر بھی غور و خوض کیا گیا ۔ کئی جرنلسٹوں نے بھی اپنے اپنے خیالات پیش کئے ۔

ایک سادھو سدت مترانند نے اپنی مختصر مگر مدلل تقریر میں کہا کہ جب تک آدمی میں سوا بھیمان کی بھاونا نہیں جاگی تب انسان ترقی نہیں کر سکتا ۔ انہوں نے کہا کہ اخبار نویسوں کو مہاتما تلک کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے ۔

اسکے بعد پنڈت خوشدل نے ایک پرستاؤ رکھا کہ جرنلزم کے متعلق قانون کو سخت کیا جائے ۔ تاکہ کوئی ان پڑھ ۔ بدکردار اور بے اصول شخص اس معزز پیشے میں داخل ہو کر اسے بدنام کرنے کا سبب نہ بن سکے ۔ پنڈت جی نے ملک کے موجودہ صورتحال پر چند قطعات اور دو تین نظمیں بھی پیش ۔ جنہیں حاضرین نے سنکر بہت پسند کیا ۔

شری جیرام آشرم کی طرف سے تمام حاضرین کی خوب آؤ بھگت کی گئی ۔ اور باہر سے آئے ہوئے جرنلسٹوں کو وہاں ٹھہرایا اور انکی بہت خاطر تواضع کی ۔

سہارنپور کے ایک اخبار نویس نے سہارنپور کے ڈسٹرکٹ انفارمیشن افسر کے خلاف ایک پرستاؤ رکھنا چاہا ۔ لیکن پنڈت خوشدل شری سدانند جھگمولا اور دیگر چند پتر کاروں نے اس پرستاؤ کی مخالفت کی اور اسے پیش نہ ہونے دیا گیا ۔ باقی ریکارڈ ساری خوش اسلوبی سے سرانجام پائی ۔

دیش سیوک کے پریمیوں سے ضروری گذارش !

موجودہ کمر توڑ مہنگائی اور دیش سیوک پر قرضے کی موجودگی میں اب کسی سجن یا پریمی کو پرچہ مفت بھیجنا ایک بوجھ سا محسوس ہونے لگا ہے ۔ چنانچہ جن پریمیوں اور گراہکوں نے اپنا سالانہ چندہ ابھی تک نہیں بھیجا اُن سے گزارش کر رہا ہوں کہ وہ پہلی فرصت میں اپنا سالانہ چندہ مبلغ پندرہ روپے ۔ /15 .Rs بھیج دیں ۔

جو پریمی آئندہ اسکے گراہک نہیں رہنا چاہتے اُن کو بھی چاہیئے کہ صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنے ارادے سے مجھے مطلع فرمائیں ۔ دیش سیوک کے سرپرستوں اور گراہکوں کی نئی لسٹیں بن رہی ہیں جن میں انہی پریمیوں کے نام درج کئے جائیں گے جن کے چندے ایک ماہ کے اندر اندر وصول ہو جائیں گے

سوالِ چندہ پر خاموش ہی رہتے ہیں جو خوشدل
کریں کیسے شمار اُن کا ہم اپنے مہربانوں میں

(پنڈت خوشدل)

جگن ناتھ آزاد امریکہ اور کینیڈا کے دورے سے واپس

دہلی (ڈاک سے) پروفیسر جگن ناتھ آزاد جموں یونی ورسٹی۔ جموں جو ایسٹ ویسٹ یونی ورسٹی شکاگو (امریکہ) کی دعوت پر گذشتہ ماہ امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ واپس آگئے ہیں۔

وہاں آپ نے شکاگو، واشنگٹن اور نیو جرسی کے مشاعروں میں شرکت کی۔ شکاگو کے تین مشاعروں میں ایک مشاعرہ ہند و پاک مشاعرہ تھا جس کی صدارت پروفیسر آزاد نے کی اور جس میں پاکستان سے قتیل شفائی، جمیل الدین عالی۔ ضمیر جعفری۔ پروین فنا سید۔ حمایت علی شاعر اور صہبا اختر شریک ہوئے۔ ایسٹ ویسٹ یونی ورسٹی کے ایک مشاعرہ میں ڈاکٹر کلیم عاجز بھی شریک ہوئے۔

اسی سفر میں امریکہ کے چار ریڈیو اسٹیشنوں کے علاوہ بی بی سی (اورسیز) لندن نے آزاد صاحب کے دو انٹرویو رکارڈ کئے۔ شکاگو کے ایک ٹیلی ویژن نے بھی امریکی یونی ورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو کے لئے آزاد صاحب کے دو انٹرویو رکارڈ کئے اور برمنگھم ٹیلی ویژن (انگلستان) نے بھی اُن سے ایک انٹرویو لیا۔

آزاد صاحب نے واپسی پر بتایا کہ اُردو کے حامی امریکہ، کینڈا اور برطانیہ میں اُردو کی نشر و اشاعت کے لئے قابلِ تعریف کوشش کر رہے ہیں۔ اور برطانیہ میں عنقریب ایک عالمی اُردو کانگریس منعقد ہونے والی ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت امریکہ کی بائیس ۲۲ یونی ورسٹیوں میں مختلف سطحوں پر اُردو پڑھائی جا رہی ہے۔

(نامہ نگار)

جفا کو بھی وفا کی داستاں کہنا پڑتا ہے

از جناب جگن ناتھ آزاد جموں

جو دل کا راز ہے آہ و فغاں کہنا ہی پڑتا ہے
تو پھر اپنے قفس کو آشیاں کہنا ہی پڑتا ہے۔

تجھے اے طائرِ شاخِ نشیمن کیا خبر اس کی
کبھی صیاد کو بھی باغباں کہنا ہی پڑتا ہے۔

یہ دُنیا ہے یہاں ہر کام چلتا ہے سلیقے سے
یہاں پتھر کو بھی لعلِ گراں کہنا ہی پڑتا ہے۔

بہ فیضِ مصلحت ایسا بھی ہوتا ہے زمانے میں
کہ رہزن کو امیرِ کارواں کہنا ہی پڑتا ہے۔

زباں پر جب دلوں کی بات کہہ ہم لا نہیں سکتے
جفا کو بھی وفا کی داستاں کہنا ہی پڑتا ہے۔

نہ پوچھو کیا گذرتی ہے دلِ خوددار پر اکثر
کسی بے مہر کو جب مہرباں کہنا ہی پڑتا ہے۔

ضروری تصحیح

دیش سیوک کے گذشتہ شمارہ میں بھیبے جیولرس۔ پلٹن بازار دہرہ دون کا جو اشتہار صفحہ ۲ پر شائع ہوا تھا۔ اس میں فون نمبر اس فرم کا پُرانا یعنی غلط چھپ گیا تھا۔ اس فرم کا صحیح نمبر حسب ذیل ہے!

فون نمبر دُکان:- 7130

فون نمبر مکان:- 7160

قارئین تصحیح فرمالیں۔

انقلابِ زمانہ

از پنڈت خوشدل

حضرتِ بدھو میاں جس دن سے ووٹر بن گئے
تب سے چلتے پرزے مجمع ساز ممبر بن گئے

لیڈری بھی اب سرِ بازار کیوں رسوا نہ ہو
ایرے غیرے نتھو کھیرے سارے لیڈر بن گئے

عزتِ شانِ وکالت کیا رہے گی برقرار
جب فریبی اور جھوٹے بھی پلیڈر بن گئے

اب وطن کی عزت و توقیر کا حافظ خدا
شعبدہ بازی کے ماہر کچھ منسٹر بن گئے

دیش بھگتی اور خدمت کو جو کہتے ہیں جنون
ایسے کچھ جنتا کے سیوک آج افسر بن گئے

جو پھٹکتے ہی نہیں ایمانداری کے قریب
وہ بھی اپنے دیش میں اب اچھے تاجر بن گئے

سنگ دل، بے حس، کمینے، دشمنِ انسانیت
آج پیسے کی بدولت قومی رہبر بن گئے

بے حیا بے شرم جو بیٹی کی عصمت بیچ دیں
اُن کے بالاخانے اب کلچر کے سنٹر بن گئے

بے عمل، بدکار، بدگو، بے وفا، باطل پرست
لال کپڑے زیبِ تن کر کے پریچر بن گئے

کیوں صحافت کی نہ ہو اس دیش میں مٹی پلید
خود غرض، جاہل، فسادی کچھ ایڈیٹر بن گئے

حضرتِ خوشدل کو شوقِ شاعری ہرگز نہ تھا
رنج و غم دُنیا کے سہتے سہتے شاعر بن گئے

رشتے - ناطے

اسی عنوان کے تحت بیاہ شادی کے متعلق رشتے ناطے کے اشتہارات مفت شائع کئے جاتے ہیں۔ آپ بھی اپنے لڑکے یا لڑکی کے متعلق تفصیلات لکھ کر بھیجیں جنکو بغیر کسی اُجرت کے شائع کر دیا جائے گا۔ لیکن جواب کے لئے ٹکٹ لگا کر اپنے نام و پتے کا لفافہ بھیجنا نہ بھولیں ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ دیش سیوک میں شائع شدہ آئیٹم کے نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (ایڈیٹر)

(۱)

ایک نوجوان براہمن عمر 26 سال۔ تعلیم ایم۔اے (جغرافیہ)۔ قد پانچ فٹ چھ انچ۔ ماہوار تنخواہ ایک ہزار روپئے ‎Rs. 1000/-‎ کے لئے ایک پڑھی لکھی اور اچھے خاندان کی براہمن لڑکی کی ضرورت ہے۔

(۲)

ایک اٹھائیس 28 سالہ براہمن نوجوان تعلیم میٹرک۔ قد 170 سنٹی میٹر۔ رنگ گندمی۔ ماہوار آمدنی آٹھ سو روپئے ‎Rs. 800/-‎ کے لئے کام کاج میں ہوشیار براہمن منگلیک لڑکی کی ضرورت ہے۔

(۳)

ایک مسلم نوجوان اسکول ٹیچر تنخواہ پانچ سو روپئے ماہوار جو پرائیویٹ کام کرکے پانچ چھ سو روپئے ماہوار کما لیتا ہے جس کی عمر 28 سال تعلیم میٹرک۔ رنگ سانولہ کے لئے ایک ادھیا پکا مسلم لڑکی کی ضرورت ہے۔

(۴)

ایک پینتالیس 45 سالہ دکاندار جنکی ماہوار آمدنی ایک ہزار روپئے ہے کے لئے ایک ودھوا یا طلاق شدہ عورت کی ضرورت ہے جنکی عمر 35 اور 40 کے درمیان ہو۔ ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں۔

☸ وروں کی ضرورت ☸

(۵)

ایک کھتری لڑکی 28 سال۔ قد پانچ فٹ تین انچ۔ تعلیم بی۔اے۔ سرکاری ملازم۔ تنخواہ ماہوار سات سو روپے اور اُمورِ خانہ داری میں ماہر کے لئے ایک کھتری نوجوان برسرِ روزگار کی ضرورت ہے۔

(۶)

ایک سہگل کھتری لڑکی عمر 26/27 سال۔ تعلیم ایم۔اے (انگلش)۔ قد 158 سنٹی میٹر۔ رنگ صاف۔ نیوا و نقش تیکھے کے لئے ایک کھتری نوجوان انجینئر یا پروفیسر کی ضرورت ہے۔

(۷)

ایک اروڑہ (ناگپال) لڑکی عمر 28 سال دھارمک خیالات کی اسکول ٹیچر کے لئے ایک خاندانی اور دھارمک خیالات رکھنے والے برسرِ روزگار ور کی ضرورت ہے۔

(۸)

شری نگر کشمیر کی ایک خوبصورت اور صحت مند سارسوت براہمن لڑکی تعلیم بی۔اے۔ کے لئے خاندانی ور کی ضرورت ہے جنکی ماہوار آمدنی چار ہندسوں میں ہو۔

(۹)

ایک مسلم لڑکی 22 سال تعلیم میٹرک۔ آئی۔ٹی۔آئی ٹرینڈ اور گھریلو کام کاج میں ہوشیار کے لئے ایک برسرِ روزگار مسلم نوجوان کی ضرورت ہے۔

(۱۰)

ایک 26 سالہ خوبصورت ودھوا عورت سرکاری ملازم کے لئے ایک ایسے براہمن کی ضرورت ہے۔ جس کی عمر 30 اور 32 کے درمیان ہو۔ ودھوا کا ایک سال کا بچہ بھی ہے۔

یہ دل کیا ہے

سائنس کی نظریں تو انسانی دل فقط گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جس میں سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت بالکل نہیں۔ مگر شاعروں کے نزدیک یہ بہت رنگین اور دنیا کے رنج و غم نیز خوشی و مستی سے بھرا ہوا کیا جائے کیا کچھ ہے؟

دل گوشت کا ایک چھوٹا سا لوتھڑا ہونے کے باوجود بہت بڑی چیز ہے اور اس کا اثر انسان کے سارے جسم پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ بقول ایک شاعر ؎

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

یہ عجیب بات ہے کہ کبھی تو دل پر سے بڑی سے بڑی بات ایک عام سی اور معمولی چیز کی مانند گذر جاتی ہے اور کبھی کوئی چھوٹی سی بات بھی اسے زخمی کر دیتی ہے دل شیشے سے زیادہ نازک ہوتا ہے اور ایک بار ٹوٹ جانے کے بعد پھر نہیں جڑتا

دل کے متعلق ایک شاعر نے جو لکھا ہے وہ حقیقت کے بہت قریب ہے۔ قارئین دیش سیوک پڑھیں اور لطف اٹھائیں ــــ

یہ دل کیا ہے جو آخر اس طرح بے تاب رہتا ہے
ہمیشہ مضطرب کیوں صورتِ سیماب رہتا ہے
تمناؤں کا مسکن ہے۔ یہ ارمانوں کی بستی ہے
سکوں ہے موت اس کی اور تڑپنا اس کی ہستی ہے
نہ گھبراتا ہے صدموں سے نہ آلامِ جدائی سے
مگر ہوتا ہے چکنا چور رنج و بے وفائی سے
محبت میں جو دل ٹوٹے تو بن جاتا ہے دیوانہ
اسے بھاتی نہیں بستی۔ پسند آتا ہے ویرانہ
لگے زنگار شیشے کو تو بن جاتا ہے آئینہ
مجازی عشق بھی ہے یوں حقیقی عشق کا زینہ

(برہم رشی)

اندھیرا ہی اندھیرا چار سو ہے

جو پہلے مہرباں تھا اب عدو ہے
سیاست کا نتیجہ رو برو ہے
چمن کا ہر گل و غنچہ پریشاں
رہی کیا اہتمامِ رنگ و بو ہے
کہوں میں حال کیا ہندوستاں کا
قیامت ہی کا نقشہ ہو بہو ہے
کوئی حاکم نہیں جنتا کا سیوک
وہی پیشی سی اب بھی ان میں خو ہے
جو گاندھی بھگت تھے جنتے کے مخالف
انہی کے ہاتھ میں جام و سبو ہے
کہیں سے ڈھونڈ کر لادو اجالا
اندھیرا ہی اندھیرا چار سو ہے
نہیں کچھ شک تباہی میں وطن کی
فقط پیسہ ہی سب کا آرزو ہے
سیاست کی ذلالت سے الگ رہ
اسی میں تیری خوشدل آبرو ہے

خوشدل

دو اشعار ملاحظہ فرمائیں

(۱)

دل کے شیشے پر نہ لکھو راز کی باتیں کبھی
آنکھ کی کھڑکی کھلی ہے عکس باہر آئے گا

(۲)

کچھ دماغوں میں غم بھی ہنستے ہیں
کچھ دلوں میں خوشی بھی روتی ہے

راجپور دہرہ دون میں ایک آدرش شادی

موراویین انسٹی ٹیوٹ MORAVIAN INSTITUTE راجپور کے وائس چیرمین اور خزانچی ڈائریکٹر شری او۔ سی۔ کندن کے سپتر شری جسپال جیوا کندن THSESPAL ZHIWA - KUNDAN کی شادی کماری سوسن سونم زیپاتا (SUSON SONAM ZIPATA) کے ساتھ ۸ نومبر ۱۹۸۱ء کو نہایت سادگی سے سرانجام پائی۔ ایک گھنٹے سے بھی کم عرصے میں شادی کی تمام رسومات تبتی اور لداخی رسم و رواج کے مطابق پوری کردی گئیں۔ بعد میں رشتہ داروں اور مہمانوں کی چائے و مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

اس قسم کی شادی کو دیکھنے کا میرا یہ پہلا موقع تھا۔ شادی کی تقریب کی سادگی سے میں بہت متاثر ہوا اور تبتی و لداخی عزت افزائی و مبارکبادی کے طریقہ اسکارف (SCARF - ایک قسم کا بڑا رومال) دولہا۔ دلہن اور انکے نزدیکی رشتہ داروں کے گلے میں ڈالنے کا نظارہ دیکھکر دل بہت خوش ہوا۔

کاش تمام ہندو بھی بیاہ شادیوں کے متعلق اپنی پرانی اور فرسودہ رسومات اور نمائشی کاموں کو بالکل ترک کرکے عیسائیوں کی مانند سادگی اور وقت کی پابندی سے تمام لین دین جہیز لینے اور دینے سے توبہ کرلیں۔

(پنڈت خوشدل)

دہرہ دون کو بیک ورڈ (BACKWARD) انڈسٹریل ڈسٹرکٹ قرار دے دیا گیا۔

یو۔پی سرکار کے فائننس منسٹر شری برہم دت کی کوششوں سے ضلع دہرہ دون کو ہر لحاظ سے بہتر بنایا جا رہا ہے۔ مدت سے شری برہم دت کی خواہش اور کوشش تھی۔ کہ اس ضلع کو بیک ورڈ قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ ابھی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

مقامی انڈسٹریل ایسوسی ایشن کی طرف سے ایک استقبالیہ شری برہم دت کو وہائیٹ ہاؤس (WHITE HOUSE) ہوٹل میں دیا گیا۔ جس میں انکی محنت اور قابلیت کی کافی تعریف کی گئی۔ گیانی سجان سنگھ سابق پرنسپل گورونانک انٹر کالج جن کو بھارت سرکار کی طرف سے مائنریٹیز کمیشن (MINORITIES COMMISSION) کا ممبر نامزد کیا گیا ہے نے بھی اس ضلع کے ترقی کے کاموں میں اپنا پورا تعاون کا یقین دلایا۔ ایسوسی ایشن کے دیگر ممبران نے بھی اپنی مشکلات منسٹر صاحب کے سامنے رکھیں جنہیں دور کرنے کا انھوں نے یقین دلایا۔ مقررین میں ویزل لیبارٹریز (ہومیوپیتھک کی ادویات تیار کرنے والی ہندوستان گیر شہرت کی فرم) کے پروپرائیٹر ڈاکٹر کاشی گپتا کی تقریر بہت موثر، مدلل اور باموقع تھی۔ ایسوسی ایشن کے پردھان شری ایچ۔ ایس۔ ناگرتھ اور سیکریٹری ڈاکٹر پی۔ کے۔ سکرک نیز انکے ساتھیوں نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں کافی محنت اور سوجھ بوجھ سے کام لیا۔

فلم سوامی رام تیرتھ کے متعلق

میں نے سوامی رام تیرتھ جی کے متعلق پوری لمبائی کی جو فلم بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس میں چند مجبوریوں خاص طور پر لاکھوں روپے کے بھاری اخراجات کے پیش نظر کچھ تبدیلی کر لی ہے۔ اب میں سوامی جی کے متعلق ایک ڈاکیومنٹری فلم (DOCUMENTRY) بنانے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ جسکی شوٹنگ (SHOOTING) اگلے ماہ شروع کر دی جائے گی۔

تمام رام پریمیوں اور انسانیت و روحانیت کے شیدائیوں سے میری یہ پرارتھنا ہے۔ کہ وہ میرے اس شبھ کام میں اپنا پورا تعاون دیں۔ مالی مدد دے کر یا دیگر کسی موثر ڈھنگ سے جس طرح مناسب سمجھیں۔

(لوپک پنڈت خوشدل)

سوامی رام تیرتھ جی کے زریں خیالات

۱۔ اپنے ہردے میں وشواش کی آگ روشن کئے بغیر اور گیان کی مشعل جلائے بغیر آپ کوئی بھی کام پورا نہیں کر سکتے۔

۲۔ اپنے میں سچے بنو۔ سنسار کی کسی اور چیز کی طرف دھیان مت دو۔

۳۔ برے وچار اور بنیادی خواہشات۔ جھوٹے من اور شریر سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ اندھکار کی چیزیں ہیں۔

۴۔ اُنتی (उन्नति) یعنی ترقی کے نئے والو منڈل تیار ہوتا ہے۔ سیوا۔ نمرتا (نرق) اور پریم سے نہ کہ آگیاؤں اور آدیشوں سے۔

۵۔ کسی دیش کی شکتی چھوٹے وچار کے بڑے آدمیوں سے نہیں بلکہ بڑے وچار کے چھوٹے آدمیوں سے بڑھتی ہے۔

صحت مند بننے کا گُر

• ۔ اگر آپ صحت مند رہنا چاہتے ہیں۔ تو سادہ زندگی گزاریں سادہ غذا کھائیں آپ جتنی روٹی اور چاول وغیرہ کھائیں۔ اُس سے دوگنا پھل کھایا کریں۔ پھلوں کا مطلب صرف سیب انگور اور انار ہی نہیں۔ ہر سبز ترکاری میں پھلوں کے خواص بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر گاجر، مولی، ٹماٹر، چقندر، شلغم کو لے لیجئے اِن میں وہ سارے قوت بخش اجزا پائے جاتے ہیں جو جسمانی نشو و نما کیلئے ضروری ہیں کھانے کے ساتھ پانی نہ پیجئے۔ غذا کو پانی بنا کر حلق سے اُتار دیجئے۔ اگر بہت پیاس محسوس ہو تو کھانے کے بعد تھوڑا پانی پی لیں کھانا کھا کر بہت زیادہ پانی پینے سے کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا۔ کھانے کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد پانی پینے کی عادت ڈالئے کچھ ہی دنوں بعد آپ کو اندازہ ہو جائیگا کہ آپ کا ہاضمہ کتنا اچھا ہو گیا ہے۔

پاکستان کے پاس چالیس ہوائی اڈے

ایک درجن نئے اڈے تعمیر کئے جا رہے ہیں

نئی دلی۔ باخبر حلقوں کے مطابق پاکستان خفیہ طور پر ایک درجن ہوائی اڈے تعمیر کر رہا ہے جو کہ ان ہوائی اڈوں سے علاوہ ہیں جو ۱۹۶۵ اور ۱۹۷۱ میں اس کے پاس تھے۔ اس طرح اس کے پاس اب چالیس ہوائی اڈے ہو گئے ہیں۔ پاکستان کے پاس سات بڑے ہوائی اڈے ہیں جن میں سب سے بڑا ہوائی اڈہ سرگودھا کا ہے۔ اس ہوائی اڈے میں پانچ ایسے سٹینڈ ہیں جہاں اس نے مگ ۱۹، میراج اور دوسرے خطرناک طیارے کھڑے کئے ہوئے ہیں۔ یہ جہاز رات کو بھی کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ اس وقت پاکستان کے پاس پانچ سو کے قریب ایسے ہوا باز ہیں جو ایف ۵۔ امریکن طیاروں کو چلا سکتے ہیں اور یہ ہوا باز پانچ سکوائڈرن کے لئے کافی ہیں۔ پاکستان کی اس جنگی تیاری کے بارے میں حکومت ہند کو علم ہے۔ اور اس نے اس کا مقابلہ کرنے کی پوری تیاری کر رکھی ہے۔

ایک شعر

موجوں کا سکون دیکھ کے تم یہ نہ سمجھنا
ساحل کے قریب اب کوئی طوفان نہیں ہے

اپنی بات

گذشتہ مہینے مجھے ایک دوست کار کے ساتھ چنڈی گڑھ جانا پڑا۔ وہاں ہم ایک رات رہے۔ شری آر کے مہن جو ایک سادہ طبیعت اور سنجیدہ مزاج کے مخلص انسان ہیں۔ میرے بہت پرانے مہربان ہیں اس لئے انہیں کے یہاں ہم نے ایک رات قیام کیا۔

اگلی صبح ہم پنجاب کے ایلیٹ منسٹر شری سردار ی لال کپور سے ملنے گئے، اگرچہ اُن کی طبیعت اُس دن کچھ ناساز تھی۔ تاہم وہ مجھ سے ایک گھنٹے سے زائد وقت تک مختلف موضوع پر بات چیت کرتے رہے۔ مجھے یہ محسوس کر کے بہت خوشی ہوئی کہ وزیر بننے کے بعد بھی اُن کی گفتگو اور سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ اُسی خندہ پیشانی اور گرم جوشی سے ملے جیسے پہلے ملا کرتے تھے۔ سچے دیش بھگتوں اور بے غرض خدمت گذاروں کی یہی پہچان ہے، کہ وہ دولت، عزت اور شہرت حاصل ہونے کے باوجود بھی اپنی سادگی، حلیمی اور نیک نیتی کو ترک نہیں کرتے۔

چنڈی گڑھ کے ایک مشہور دھارمک شاعر شری روشن پٹیالوی سے بھی میں ملا اور کافی دیر تک اُن سے باتیں ہوئیں وہ بہت عرصے سے پیٹ میں پیدا ہونے والے گیس کے مرض میں مبتلا ہیں اور کافی کمزور بھی ہو چکے ہیں۔ ایشور اُن کو صحت بخشے۔ ایک دیگر دھارمک سوشل ورکر اور شاعر پنڈت رام لال ساگر سے ملنے بھی اُن کے مکان پر گیا۔ لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے، اس لئے اُن سے ملاقات نہ ہو سکی۔

دوپہر کو کھانا کھانے کے فوراً بعد چنڈی گڑھ سے چل پڑے اور شام کو پونڈہ صاحب پہنچے۔ وہاں کچھ دیر شری کرشن کمار کرنوال کے یہاں رُکے اور اُن کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو کر بعد ازاں وہاں سے روانہ ہو کر رات کو دہرہ دون پہنچ گئے۔

"دیش سیوک" کے گذشتہ شمارے میں میں یہ اعلان کر چکا ہوں کہ سوامی رام تیرتھ جی کی زندگی پر پوری لمبائی کی

یہ مہربانوں کے لطف و کرم کا حاصل ہے
نجات پا نہ سکے غم سے دو گھڑی کیلئے

ایک بڑی فلم بنانے کا ارادہ میں نے اس لئے ترک کر دیا ہے کہ اس کیلئے جتنے سرمایہ کی ضرورت ہے اُتنی رقم کا بندوبست نہ ہو سکا۔ چنانچہ اب میں نے سوامی رام تیرتھ کے متعلق ایک ڈاکومینٹری (DOCUMENTRY) چھوٹی فلم (16-ایم ایم) بنانے کا پروگرام بنایا ہے جو ٹیلی ویژن پر دکھائی جا سکے گی۔ اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بہت جلد سرگرم کام کرنا شروع کروں گا۔ مجھے وشواس ہے کہ حالات سازگار رہے اور میری زندگی قائم رہی تو چھ ماہ کے اندر ہی یہ ڈاکومینٹری فلم تیار کر کے نمائش کے لئے پیش کر سکوں گا۔

کچھ عرصے سے میری طبیعت کچھ زیادہ مضمحل رہنے لگی ہے، اور تھوڑی محنت کرنے ہی سے جسم تھک جاتا ہے اس لئے ارادہ کیا ہے کہ سوامی رام تیرتھ کے متعلق چھوٹی فلم بنانے اور کتاب "اقوالِ زرّیں" چھپوانے کے بعد زیادہ عرصہ راجپور (دہرہ دون) ہی میں گذارا کروں گا۔

کیونکہ وہاں رہنے سے مجھے کافی سکون ملتا ہے۔ میں جو چاہتا ہوں، وہ تو ہوتا نہیں اور جو نہیں چاہتا وہ ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں قدرت یا بھگوان کی مرضی کے آگے سر خم کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ یا سادھن اپنے من کو خوش اور پُرسکون رکھنے کا نہیں ہے۔ اپنے آج تک کے جیون کے بارے میں، میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ

نہ رحم آیا جہاں والوں کو مجھ سے سادہ بندے پر
نہ میرے جینے ہی پر زندگی کو شرم کچھ آئی

جنوری ۱۹۸۲ء سے ماہنامہ "ویشش سیوک" پر بھی زیادہ توجہ دیا کروں گا اور اسے باقاعدہ نکالنے کے علاوہ اس میں میٹر (MATTER) بھی پہلے سے زیادہ دلچسپ، نصیحت آموز اور مفید دیا کروں گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ "دیشش سیوک" کے سرپرست اور خریدار

نیز اشتہار دہندگان مجھے اپنا پورا تعاون دیتے رہیں۔ کوشش کرونگا کہ مجھے ایک ساتھی ایسا مل جائے جو "دیش سیوک" کی اشاعت میں میرا ہاتھ بٹا سکے۔ مجھے اُمید ہے کہ میں اپنی اس کوشش میں بہت جلد ہی کامیاب بھی ہو جاؤں گا۔ آگے جو مجھکو ان کی مرضی۔

(پنڈت خوشدل)

نوٹ:۔ اس مضمون کے شروع میں اپنی جس نظم کا ایک شعر میں نے دیا ہے۔ اُس نظم کے چند دیگر اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں، جو میرے موجودہ دلی جذبات کے آئینہ دار ہیں۔ (پنڈت خوشدل)

غریب کیوں کرے خواہش ہی زندگی کیلئے
قدم قدم پہ جو ٹھوکر ہو مُفلسی کے لئے

ہمارے چاک گریباں سے کھیلنے والو
ذرا تو شرم کرو ایسی دل لگی کے لئے

زباں پہ جھوٹ ہے جن کی نظر نظر میں فریب
اُمیدیں باندھے ہوئے ہیں وہ سروری کے لئے

فریب و مکر کے پُتلے ہیں یا سیاست داں
جو اپنا رنگ جماتے ہیں دل کشی کے لئے

یہ مہربانوں کے لُطف و کرم کا حاصل ہے
نجات پا نہ سکے غم سے دو گھڑی کے لئے

یہ انقلاب ہے! یہ انقلاب کیسا ہے؟
ترس رہے ہیں جو خوشدل بھی خوشدلی کے لئے

پنڈت خوشدل

آرزو

نوٹ:۔ پچھلے چند مہینوں سے میرے جسم کے اندر پلنے والے خطرناک اور تشویشناک امراض نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ موت سے میں نہیں ڈرتا لیکن مرنے سے پہلے آخری آرزو کی تکمیل دیکھنا چاہتا ہوں۔ .... (پنڈت خوشدل)

سینے میں درد لب پہ فغاں آنکھ اشکبار
نظریں اُداس چہرے پہ مایوسیوں کے رنگ
پہنچا میرا شباب بڑھاپے کی گود میں
اس پر بھی آرزو ہے کہ جی کر کسی طرح
جی چاہتا ہے توڑ کے رکھ دوں طلسم زر

زخمی شعور قلب و جگر دونوں داغدار
بیمار روح جسم تکالیف کی شکار
ہمت پہ میری کیوں نہ ہو ہمت بھی سوگوار
باغ جہاں میں لاؤں کسی رنگ سے بہار
سب اس کا راز کر دوں زمانے پہ آشکار

بے چارگی کو جرأتِ پرواز ہو نصیب
نیکی پہ کچھ بدی کو نہ ہرگز ہو اختیار

غربت کی ٹھوکروں سے نہ پامال ہو بشر
مذہب کے نام پر کوئی دھوکا نہ دے سکے
دعویٰ کرے نہ کوئی خدائی کا زر پرست
ہے آرزو کہ موت سے پہلے ہی دیکھ لوں

عزت نہ بیکسوں کی لُٹے بیچ رہ گزر
یا کھنڈیوں کے بھیس کا پردہ ہو تار تار
یوں مفلسی سے اپنی ہو مفلس نہ شرمسار
میں گلستانِ ہند میں اِک مستقل بہار

وہ دور جس میں ہر بشر آرام سے رہے
خوشدل کو ایسے دور کا بے حد ہے انتظار

پنڈت خوشدل

غم مصیبت نہیں بلکہ نعمت ہے

مصیبت۔ ناکامی۔ اور رنج والم کے پہاڑ کامیابی کی راہ میں حائل ہوتے ہی ہیں۔ دوڑنے والے کو ٹھوکر لگتی ہے تیرنے والا غوطے کھاتا ہی ہے۔ مگر اس سے دل گرفتہ اور مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ وہ آپ ہی ٹل جائے گی۔ غم تو خدا کی نعمت ہے۔ ایک بے انتہا مقدس جذبہ۔ محبت سے بھی زیادہ مقدس ہر ایک کو تھوڑا ہی ملتا ہے۔ غم سے تو وہی دوچار ہوتے ہیں۔ جنہیں قدرت نوازنا چاہتی ہے۔ یاد رکھو تمہاری بصیرت اُسی وقت تیز ہوگی۔ جب تم مصیبت میں گرفتار ہوگے۔ جس طرح رات تاروں کو فروغ دیتی ہے اُسی طرح غم صداقت کو فروغ دیتا ہے۔ جس طرح انسان ٹھوکریں کھا کھا کر خود ہوتا ہے۔ اور مہندی پس پس کر رنگ لاتی ہے۔ اسی طرح انسان کی فطرت غم کی ٹھوکر کھا کھا کر کمال حاصل کرتی ہے۔ اور پھر غفلت کے لئے تو غم تریاق کا کام کرتا ہے۔ (پنڈت خوشدل)

ایک شعر

ملتی ہے غم سے روح کو اک لذت حیات
جو غم نصیب ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں

یاد رکھیں

ایک مَن تقریر سے
ایک اونس عمل
بھاری ہوتا ہے۔

شاعر یا ادیب
یہ سمجھتا ہے کہ وہ
مُلک کی ملکیت ہے
لیکن
سیاست داں یہ سمجھتے ہیں
کہ ملک اِن کی ملکیت ہے

ایک شعر

چمن گری نہیں ممکن جو مثل ابر بہار
تو برق بن کے چمن کو تباہ تو نہ کرو

لڑکے کی موت

"دیش سیوک" کے گذشتہ پرچے میں اپنے بڑے لڑکے اوم پرکاش کے سخت زخمی ہوکر دُون ہسپتال میں زیرِ علاج ہونے کا ذکر میں نے "اپنی بات" کے عنوان کے تحت کر دیا تھا۔

دو ماہ سے زائد عرصہ تک ہسپتال میں رکھنے کے بعد جب اُسکی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ تو میں اُسے گھر لے آیا۔ جہاں اُسکی ۱۳ نومبر (13.11.81) کو موت ہو گئی۔

چونکہ گذشتہ پانچ سالوں سے میں نے اپنی زندگی کے دھارے میں بہت تبدیلی کر دی ہے۔ اور میں فضول رسموں۔ رواجوں اور نمائیشی کاموں سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔ اس لئے میری اپنے تمام رشتہ داروں۔ دوستوں اور واقف کاروں سے یہ درخواست ہے۔ کہ وہ نہ تو سوگباشی اوم پرکاش کی ماتم پُرسی کے لئے میرے پاس آنے کا کشٹ کریں اور نہ مجھے اس سلسلے میں کوئی خط لکھیں۔

(لوئیدک پنڈت خوشدل)

دو قطعات

(۱)

موجوں سے کھیلتے ہوئے گذری ہے زندگی
ہرگز خیالِ دوریٔ ساحل نہیں مجھے۔
بخشی ہے غم نے مجھ کو وہ توفیقِ سرخوشی
عشرت کدوں سے واسطہ خوشدل نہیں مجھے

(۲)

تسلی دے کے جھوٹی دل کو بہلانا نہیں آتا
مجھے حق کی حقیقت سے مُکر جانا نہیں آتا۔
خدا کیا ہے؟ بشر کیا ہے؟ تعلق کیا ہے دونوں کا
سمجھتا ہوں مگر دُنیا کو سمجھانا نہیں آتا۔
یہ ممکن ہے خیالِ موت کو بھی میں بھلا دیتا۔
فریبِ زندگی لیکن مجھے کھانا نہیں آتا۔

+ پنڈت خوشدل +

ہر حال میں خوش ہیں

جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں — ہر کام میں ہر دام میں ہر چال میں خوش ہیں
گر مال دیا یار نے تو مال میں خوش ہیں — بے زر جو کیا تو اسی احوال میں خوش ہیں
افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

چہرے پہ ملال ہے نہ جگر میں اثرِ غم — ماتھے پہ کہیں چین نہ ابرو پہ کہیں خم
شکوہ نہ زباں پر نہ کبھی چشم ہوئی نم — غم میں بھی وہی عیش الم میں بھی وہی دم
ہر بات ہر اوقات ہر افعال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

گر یار کی مرضی ہوئی سر جوڑ کے بیٹھے — گھر بار چھڑایا تو وہیں چھوڑ کے بیٹھے
موڑا جدھر انھیں وہیں منھ موڑ کے بیٹھے — گدڑی جو اڑھا دی تو وہی اوڑھ کے بیٹھے
اور شال اڑھائی تو اسی شال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

گر اس نے دیا غم تو اسی غم میں رہے خوش — ماتم جو دیا تو اسی ماتم میں رہے خوش
کھانے کو ملا کم تو اسی کم میں رہے خوش — جس طرح رکھا اس نے اسی عالم میں رہے خوش
دکھ درد میں آفات میں جنجال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

جینے کا نہ اندوہ نہ مرنے کا ذرا غم — یکساں ہے انھیں زندگی و موت کا عالم
واقف نہ برس سے نہ مہینے سے وہ اک دم — نے شب کی نہ مصیبت نہ کبھی روز کا ماتم
دن رات گھڑی پہر و مہ و سال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

MONTHLY DESH-SEWAK DEHRADUN. REGD No DN 35

ADDRESS
پتہ

- سرپرست — دو صد روپے — Rs. 200/-
- معاون — یکصد روپے — Rs. 100/-
- سالانہ قیمت — پندرہ روپے — Rs. 15/-
- قیمت فی کاپی — سوا روپیہ — Rs. 1/25

اجرت اشتہارات

پورا صفحہ ڈیڑھ صد روپے Rs. 150

- آدھا صفحہ — پچھتر روپے — Rs. 75/-
- چوتھائی صفحہ — چالیس روپے — Rs. 40/-
- اس سے کم جگہ کیلئے — فی سینٹی میٹر — Rs. 2/50

بدل دینے کا وقت آیا

امیروں کی جفاؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
غریبوں کی وفاؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
خدائی کا جو دعوی کر رہے ہیں وہ سنبھل جائیں
کہ اب نقلی خداؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
چڑھے رہتے ہیں جو نیلام پر زر کیلئے ہر دم
اب ایسے بے حیاؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
سیاست دن بدن پھیلا رہی ہے گندگی ہر سو
سیاست کی فضاؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
نئی محفل سجائی جا رہی ہے دشمن بھارت ہیں
نکمے رہنماؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
دمِ انسانیت گھٹنے لگا ہے دیکھئے کیا ہو
زمانے کی ہواؤں کو بدل دینے کا وقت آیا
بظاہر پارسا ہیں اور باطن ہیں جو رنگیلے
اب ایسے پارساؤں کو بدل دینے کا وقت آیا

صدائیں جو دلِ خوشدل کو بھی غمگیں بناتی ہیں
غموں کی اُن صداؤں کو بدل دینے کا وقت آیا

پنڈت خوشدل

(پنڈت خوشدل ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر اور مالک نے طالب پریس سہارنپور میں چھپوا کر دفتر دیش سیوک ۱۱- موتی بازار دہرہ دون سے شائع کیا)

قہقہے اور مسکراہٹیں

وزیر اور سکریٹری

۰- پنجاب کی کانگریسی وزارت میں ایک بالکل اَن پڑھ شخص شامل کر لیا گیا اس کے سرکاری سکریٹری کا نام ..... مکرجی تھا - (بنگالیوں میں مکر جی - چٹرجی - بنرجی وغیرہ) کی ذاتیں ایسی ہیں جن کے ساتھ جی کا لفظ آتا ہے - وزارتی کرسی پر بیٹھے وزیر نے اپنے سکریٹری کو بلایا " او مکر" "مکرجی" نے پیرونٹ کے انداز میں کہا!

"صاحب میرا نام .... مکرجی ہے!

وزیر بولا - "واہ تم چاہتے ہو کہ میں اپنے ماتحت کو "جی" کہکر پکاروں" - ابھی وزیر کے پاس اُن کا سکریٹری فائیل لے کر آیا -

"میں کیا کروں؟" وزیر نے پوچھا

"بس صاحب "SEEN" لکھ کر دستخط کر دیجیے"!

وزیر صاحب نے تب تک شائد اُردو کا قاعدہ پڑھنا شروع کر دیا تھا - اور دستخط کرنا بھی سیکھ [illegible] تھا - انھوں نے فوراً "سن دس ش وال[illegible] لکھی اور دستخط کر دیئے -

ایک شعر

ڈھیلے پاجامے اور پتلون میں یہ فرق ہے
شیخ صاحب ہو گئے نواب صاحب رہ گئے

لفٹ کا جادو

ایک دیہاتی لڑکا لفٹ چلانے پر شہر میں ملازم ہو گیا - اتفاق سے اس کا چچا اس سے ملنے آیا اور دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت لفٹ میں اُوپر گئی - ادھر سے ایک لڑکی نیچے آ کر اُتری بڑے میاں سمجھے کایا پلٹ ہو گئی -

کہنے لگے بیٹا اگلی بار آؤنگا تو تمہاری چاچی کو لے کر آؤنگا - اُس کو بھی لفٹ میں ایک چکر لگوا دینا -

دال کیسے گلے گی؟

ایک شخص ناظم کے فیصلے سے ناراض ہوا - ناظم نے کہا - جا قاضی سے اپیل کر - اُس نے کہا - وہاں میری کون سُنے گا - وہ تو آپ کے بھائی ہیں -

ناظم نے کہا - تو پھر مفتی کے پاس جاؤ -

وہ بولا - اُن سے انصاف کی اُمید کیسے ہو سکتی ہے - وہ تو آپکے حقیقی چچا ہیں - ناظم نے تنگ آ کر کہا - تو پھر جہنم میں جاؤ وہاں تمہاری مُراد بر آئیگی -

اُس شخص نے مایوسی بھرے لہجے میں جواب دیا - وہاں تو آپ کے والد بزرگوار بیٹھے ہیں - وہاں میری دال کیسے گلے گی؟